

عہد جدید میں امت مسلمہ کو کیا کرنا چاہیے؟

زیر نظر مضمون اہم موضوع پر لکھا گیا ہے اور مولانا مدظلہ کے خیالات کی ترجمانی کرتا ہے۔ اس کے متعلق اگر کوئی نکتہ نظر پیش کرنا چاہتا ہے تو الحق کے صفحات حاضر ہیں ... (ادارہ)۔

اسلام اور قرآن کا مطلوب اسٹیٹ ہے یا انسانی بہبودی کے لئے سرگرم معاشرہ؟ یہ اس وقت دنیائے فکر و فلسفے کا سب سے بڑا سوال ہے اس لئے کہ ان دونوں نصب العین کا ذہن و فکر جہد و سعی اور نتائج بالکل مختلف اور جدا گانہ ہیں نزول قرآن کے بعد تقریباً ۱۳ سو سال تک کبھی یہ سوال پیدا نہیں ہوا تھا۔ یہ سوال گزشتہ صدی کے اوائل میں دنیا پر مغرب کے عالمی اقتدار سیاسی غلبہ اور فکر و فلسفے کے غلبے کی دین ہے اس سے پہلے مسلم معاشرہ ہر دور میں قرآن و سنت اور سیرت نبوی سے غذا و طاقت اور رہنمائی حاصل کر کے بنی نوع انسان کی فلاح و بھلائی کے نصب العین کی طرف رواں دواں رہا۔ مسلمانوں کے سیاسی عروج و زوال اور عسکری فتح و شکست سے قطع نظر مسلم معاشرے کی اندرونی توانائی و طاقت اس کے خیر امت ہونے میں پنہاں تھی۔ رسول خدا ﷺ اور قرآن نے مسلم معاشرے میں ایسی روح و اسپرٹ پیدا کر دی تھی جو دنیوی نفع و ضرر سے بے نیاز ہو کر پوری انسانیت کی سرفرازی برتری اور نفع کے لئے سرگرم رکھتی تھی۔

قرآن حکیم نے مسلم معاشرے کو خالق کی وحدت اور انسانی اخوت و مساوات کے عقیدے پر استوار کیا تھا۔ قرآن کی چھ ہزار چھ سو آیات میں سے ایک آیت بھی کسی خاص ملک و قوم نسل یا عرب و عجم سے خطاب نہیں کرتی بلکہ نوع انسانی سے خطاب کرتی ہے قرآن کا نقطہ نظر قبائلی نہیں بلکہ عالمی اور آج کے الفاظ میں گلوبل ویلج کا حامل ہے جو پوری انسانیت کی بہبودی و فلاح کی دعوت دیتا ہے۔ اور اس کا مقصد ایک ایسا معاشرہ برپا کرنا ہے جو کسی قوم و نسل کی بجائے پوری انسانیت کے نفع و بہتری کیلئے ہو قرآن کے نزدیک مسلم معاشرہ اسی وقت صحیح معاشرہ ہوگا جب وہ پوری نوع انسانی کی بھلائی و بہتری کیلئے نفع و بہتری کیلئے سرگرم عمل ہو۔ قرآن کے نزدیک مسلمان خیر امت یعنی بہترین گروہ اسی لئے ہیں کہ وہ نوع انسانی کی بہبودی و نفع کیلئے بھیجے گئے ہیں۔ وہ انسانی سوسائٹی میں معروفات یعنی اچھائیاں اور بھلائی عام کرتے ہیں اور منکرات برائیوں اور ضرر سے بچاتے ہیں۔ اور یہ سب کام کسی دنیوی مفاد و غرض کیلئے نہیں بلکہ محض خالق کی خوشنودی کیلئے کرتے ہیں۔ یہی چیز مسلم معاشرے کی توانائی و زندگی تھی جو اسکے ہر زخم کا مندل اور ہر شکست کا مداوا کرتی رہتی تھی۔ نزول قرآن کے وقت سے تقریباً ۱۲ سو سال تک مسلم معاشرہ خدا کے مستحکم تعلق اور بنی آدم کے ساتھ بھلائی میں خدا کی خوشنودی کی بنیاد پر قائم رہا ہر معاشرے کی طرح اچھے برے لوگ یہاں بھی تھے باہم خور و زبیاں بھی چلتی رہتی تھیں امت مسلمہ کو کیا کرنا چاہیے؟

پر مسلم معاشرہ اللہ و رسول کے مستحکم رشتے تعلق اور نوع انسانی کی وحدت و بہبودی کے دو پہیوں پر آگے بڑھتا رہا۔ یہ معاشرہ انسانیت کی بہبودی و خدمت کیلئے ہر قسم کے علوم و فنون ایجادات و اختراعات ادارے شعبے اور افراد مہیا کرتا رہا حتیٰ کہ بنی امیہ کے زوال کے وقت جب ایک ایک عربی بولنے والے کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا جا رہا تھا ان حالات میں بھی احادیث اور دیگر اسلامی علوم کی تدوین بھی ہو رہی تھی اجتہاد بھی ہو رہا تھا اور مسلم اس کا لرا انسانیت کی بہتری کیلئے نئے نئے علوم و فنون اور نئی نئی ایجادات و تجربے بھی کر رہے تھے۔ اسپین میں مسلم حکومت اکثر باہمی طور پر برسر پیکار اور خانہ جنگی میں مبتلا رہیں مگر مسلم معاشرہ برابر اپنا کام کرتا رہا۔ طبعیات و سائنس، کیمسٹری و طب ارضیات و فلکیات، تاریخ و جغرافیہ اور انسانیت کو نفع پہنچانے والے علوم و فنون اور نئی نئی تخلیقات و تجربات جاری رہے، اسپین کا مسلم معاشرہ اپنے باہمی خلفشار کے باوجود پورے یورپ کی علمی تحقیقی و تخلیقی پیاس بجھاتا رہا اور ایسے سائنسی تجربات اور طب و کیمسٹری اور نئے نئے علوم و فنون سے مالا مال کرتا رہا، معاشرے کی یہی اندرونی روح و طاقت اسے ہر دور میں انسانی بہبودی کیلئے ہر وقت متحرک رکھتی تھی بقول سر آرنلڈ کے جب کبھی مسلمانوں کی تلوار نے شکست کھائی تو معاشرے میں پنہاں روح و توانائی نے بہت جلد اس شکست کو فتح میں بدل دیا، تاتاری جیسے سفاک اور جابر دشمن سے شکست فاش کے بعد ایسا لگتا تھا کہ اب اسلام کا دم واپس ہے مگر چند ہی سالوں میں معاشرے کی اندرونی طاقت نے تاتاریوں کو حلقہ گروش اسلام کرایا، مسلم معاشرے کی یہ قوت و روح ہر دور میں برقرار رہی۔

تا آئندہ مغرب کے مکار و عیار دشمن نے مسلم معاشرے کی اس اندرونی توانائی و قوت کو بھی ڈانٹا میٹ کر دیا اور نقب لگا کر اس میں پنہاں انسانی بہبودی کے جوہر سمندر کو زہر آلود کر دیا، اور مسلم معاشرے کو خود غرضی نفس پرستی حرص خواہشات و شہوات اور فلسفہ لذت و ہوس پرستی کے حیوانی و شیطانی خطوط پر استوار کر دیا جس کی وجہ سے مسلم معاشرے کی روح نکل گئی اور اصل بنیاد منہدم ہو گئی معاشرے سے انسانیت کی بہبودی کی فکر و جذبہ نکلنے سے معاشرہ بے جان لاش بن کر رہ گیا، گزشتہ دو تین سو سال میں مسلم معاشرے نے انسانیت کی بہبودی کے لئے نہ کوئی علم ایجاد کیا نہ سائنسی تجربہ کیا، اسکے بعد مسلمانوں نے جہاں کہیں عسکری و سیاسی شکست کھائی تو پھر اس شکست کا کوئی مداوا نہیں ہو سکا کیونکہ معاشرے کی روح اور زندگی نکل چکی تھی اب ایک شکست دوسری کی اور دوسری شکست تیسرے کی راہ ہموار کرتی رہی اس پے در پے شکست و ریخت کے ماحول میں بیسویں صدی کے کچھ طلت کے درد رکھنے والے مفکرین نے جب دیکھا کہ پوری دنیا کا مسلم معاشرہ مغرب کی یلغار کے سامنے شکست و ریخت سے دوچار ہے ایک طرف کمیونزم کے فلسفے کی دوسری طرف مغربی فکر و فلسفے اور تمدن و کلچر کی یلغار کے سامنے مسلم معاشرہ دن بدن سیر انداز ہوتا جا رہا ہے تو انہوں نے فکری و نظریاتی طور پر کمیونزم کے فلسفے اور مغربی نظریات و تمدن کے آگے بند باندھنے کی کوشش کی۔ علمی طور پر کمیونزم کا پوسٹ مارٹم کیا اور مغربی نظریات پر یلغار کر دی۔ اور ان دونوں کو نوع انسانی کی بجائے محض مغرب کے طبقہ امراء و اشراف کے مفادات و اقتدار کا ذریعہ ثابت کیا، مگر مسلم معاشرے کی اندرونی طاقت و روح نکلنے کی وجہ سے جو خلاء پیدا ہو گیا تھا اس سے تنزیل و زوال تیز ہوتا رہا اور مغرب کے خونی بچے اور گرفت مزید مضبوط ہوتی رہی، ان حالات میں مسلم

مفکرین کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ کیونرم کے نظریے اور مغربی تمدن و کلچر سے نفوذ کا اصل سبب ان کی پشت پر عظیم الشان اسٹیٹ کا ہونا ہے ایک کی پشت پر ایشین امپائر ہے تو دوسرے کی برٹش و یورپی امپائر اور مسلم اسٹیٹ ٹوٹ پھوٹ کر بکھر رہی تھی جو بالآخر ۱۹۲۳ء اختتام کو پہنچ گئی ان مایوسی کے حالات میں تاریخ میں پہلی بار بیسویں صدی میں بعض اسلامی مفکرین نے اسلامی اسٹیٹ کے قیام کو قرآن اور اسلام کا نصب العین قرار دے کر پورے قرآن اور اسلام کو اس فکری محور کے گرد اس طرح سے گھمایا کہ قرآن کی ایک بالکل نئی تعبیر سامنے آئی جسے بجا طور پر ایک سیاسی تعبیر کہا جاسکتا ہے، مسلم نوجوانوں کی آنکھوں میں ہزار بارہ سوسالہ اسلامی امپائر کی شان و شوکت کا نقشہ اور کانوں میں مسلم اسٹیٹ کی عظمت و بالادستی کی پرشکوہ داستانیں گونج رہی تھیں، انہوں نے اسلام کی اس نئی تعبیر کو اپنے درد کا درمان اور عظمت رفتہ کے حصول کا واحد طریق جانا چنانچہ مسلم نوجوانوں خاص طور پر جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں نے جوق در جوق ان مفکرین کی آواز پر لبیک کہہ کر اسلامی اسٹیٹ کے قیام و حصول کو مقصد حیات بنالیا۔ اس نئے نصب العین کی خاطر ان مفکرین کو اسلام کی پوری ترتیب بدلتی پڑی۔ یعنی عقائد عبادات اخلاق معاملات اور سیاست کی ترتیب کو برعکس کر کے یعنی سیاست سے شروع کرنا پڑا اور اس تعبیر کے لئے انسان اور خدا کے گہرے عہدیت کے رشتہ و تعلق کو حاکم و محکوم کاری رشتہ قرار دینا پڑا۔ جبکہ لفظ اللہ کے لغوی معنی ہی اس ہستی کے ہیں جس سے ٹوٹ کر بے انتہا محبت کی جائے جسے قرآن نے والذین امنوا اشد حباء لللہ سے تعبیر کیا، یاد رہے بیسویں صدی کے ان عظیم مفکرین جس میں شیخ حسن البنا سید قطب سید ابوالاعلیٰ مودودی اور فلسطین کے شیخ تقی الدین سبحانی وغیرہ شامل ہیں نے اپنے کام کی ابتداء معاشرے کی اصلاح و ترتیب اور اس کی توانائی و روح کی بازیافت ہی سے شروع کی تھی اور چند سال میں اس کام کے نہایت مفید نتائج سامنے آئے، باصلاحیت و مخلص تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ایک ٹیم وجود میں آگئی مگر حالات کے پریشور اور کام کی کٹھالی اور دریہ طلب ہونے اور مغرب کے طاغوتی طاقتوں کے ظلم و ستم کی کئی آندھیوں اور ان کے پوری دنیا پر تسلط و غلبہ کے حالات نے ان مفکرین کو مختصر راستہ (شاٹ کٹ) پر ڈال دیا پھر ان جماعتوں اور فکر سے وابستہ بعض افراد نے جب دیکھا کہ نصب العین (اسٹیٹ کا قیام) دنیا کے مروجہ معروف اور متداول طریقوں سے حاصل نہیں ہو پارہا، تو انہوں نے جلد بازی میں انتہا پسندی کا راستہ اختیار کیا، چنانچہ اخوان المسلمین میں سے جماعت الجہد و تکفیر (جس سے احمد الفتواہری اور صدر رسادت کے قاتل خالد کا تعلق) اور جماعت اسلامی سے بھی اس جیسی انتہا پسندانہ نظریات رکھنے والی جماعتیں وجود میں آئیں اگرچہ بعد میں اخوان المسلمین اور جماعت اسلامی نے ان سے باضابطہ طور پر اظہارِ لافطی کیا، مگر یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ تنظیمیں اسی نصب العین یعنی اسلامی اسٹیٹ کے جلد حصول کی خواہش میں پیدا ہوئیں اور یہ لوگ دنیا بھر میں اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی و بدنامی کا اور انسانیت کو اسلام سے وحشت زدہ کرنے کا سبب بنے۔

جب ہم اسٹیٹ کے قیام کے نصب العین کے لئے قرآن و سنت اور حضرات انبیاء کی زندگیوں کی طرف رجوع کرتے ہیں تو قرآن کی ایک آیت بھی براہ راست ہم سے اسٹیٹ کے قیام کا مطالبہ نہیں کرتی، اور نہ کوئی واضح حدیث ہمیں اس کام کا مکلف بناتا ہے۔

اگر اسلام پوری انسانیت کا مذہب ہے اور قرآن ہدی للناس اور بلغ للناس، یعنی تمام انسانیت کے لئے پیغام ہے اور پیغمبر اسلامؐ کا ذمہ اللہ نے بشر و ذریعہ میں اور سارے نوع انسان آپ کی امت دعوت میں تو جس طرح ایک تاجر اپنا مال بیچنے کی خاطر بعض اوقات خریداری کی طرف سے ناگوار باتوں کو بھی برداشت کر لیتا ہے اسی طرح داعی کو مدعو کے رویے سے صرف نظر کر کے اور صبر و تحمل کا دامن تھام کر پیغام پہنچانا ہوگا، یہی کام مسلم معاشرہ ہر دور میں خاموشی سے کرتا رہا ہے، حتیٰ کہ برصغیر میں مسلم اسٹیٹ کے اختتام کے وقت مسلم آبادی کا تناسب بمشکل دس فیصد رہا ہوگا، جو ایک صدی بعد کل آبادی کی ایک تہائی کے قریب جا پہنچا، اگر حالات نارمل رہتے اور معاشرہ اپنا کام کرتا رہتا تو قیاس کہتا ہے کہ مزید ایک صدی میں برصغیر کے مسلمانوں کو واضح اکثریت بن جانے سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی تھی، مگر دعوتی کے بجائے سیاسی ذہن و فکر اور اقتدار کی خواہش نے برصغیر کے معاشرے میں منافرت دوری اور تلخی گھول کر اسلام کے سمجھنے کے امکانات ختم نہیں تو نہایت محدود کر دیئے، ہمارے نزدیک اسلام جیسے آفاقی اور پوری انسانیت کے لئے پیغام رکھنے والے مذہب کو اسٹیٹ کی تنگ نائیوں میں بند کرنا بھی ناقابل فہم ہے، جس دین کی تعریف، خود پیغمبر اسلام ﷺ انصحبہ یعنی خیر خواہی کے لفظ سے کی ہو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جلّ جلالہ کی خیر خواہی ہے، اس کا اولین

تقاضا انسانیت کے درمیان ہر قسم کی غلط فہمیوں کو ختم کر کے ان کو پیغام سننے کے مواقع مہیا کرتا ہونا چاہیے۔ جبکہ اسٹیٹ اور اقتدار کا لفظ ہی اقوام عالم کے درمیان ٹینشن و تناؤ کا فاصلہ و بدگمانی کے ڈھیر لگا دیتا ہے، اگر اسلام کا نصب العین کسی اسٹیٹ کا قیام ہوتا تو مدینہ کی اسٹیٹ کے اندر ہی بند رہ جانا چاہیے تھا اور مسلمانوں کے اسلامی اسٹیٹ چھوڑ کر برصغیر، چین، انڈونیشیا، اور دنیا بھر میں تنگ و دو بے معنی ہو جاتی ہے۔ برصغیر میں موجود تقریباً پچاس کروڑ مسلمانوں میں فی ہزار نو سو نانوے وہاں کی مقامی آبادی سے ہیں۔ یہی حال دنیا بھر کے مسلم معاشرے کا ہے۔ یہ سب سے بڑی شہادت اور دلیل ہے جو قائد اعظم اور علامہ اقبال کے نظریے پر سوالیہ نشان بنادیتی ہے۔ کیونکہ اسلام انسانیت کا مذہب ہے نہ کہ قبائلی مذہب جو کی جغرافیے کی تنگ تائیوں میں محدود ہو کر رہ جائے۔

آبادی کے اعتبار سے دنیا کا سب سے بڑا ملک انڈونیشیا کسی فوج یا اسٹیٹ کے بغیر مسلم ملک بنا اور دوسرا بڑا ملک بنگلہ دیش مسلم اسٹیٹ کے دور میں نہیں بلکہ برٹش امپائر کے عین دور شباب میں مسلم اکثریت کا خطہ بنا۔ اسلام اپنی اشاعت کا کبھی اسٹیٹ کا مرہون منت نہیں رہا، دنیا میں مسلم اسٹیشن بنی گزرتی رہیں۔ اس سے اسلام کی رفتار پر کوئی فرق نہیں پڑا۔ بلکہ وہ اپنی اندرونی توانائی و اسپرٹ سے براہِ رنی فتوحات حاصل کرتا رہا، کیونکہ

ع ختم مئے کو تعلق نہیں پیمانے سے

برصغیر میں اسلام کا نام استعمال کر کے ۵۸ سال پہلے ایک اسٹیٹ ضرور وجود میں آئی مگر کبھی اسلام اسلام آباد کے اتر پورٹ پر نہیں اتر سکا اور نہ مستقبل میں کبھی اتر سکے کا امکان نظر آتا ہے۔ اسلام تو خیر بہت بڑی چیز ہے اگر اگلے ۵۸ سال میں صحیح معنی میں مغرب ڈیموکریسی اور سوشل جسٹس (سماجی انصاف) ہی آجائے تو ہم اسے اس نظریے کی کامیابی سمجھیں گے مگر اس کا بھی دور دور تک کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ اگر غور کیا جائے تو مسلمانوں کی سوچ و فکر کا رخ انسانی بہبودی اور معاشرے کی تعمیر کے بجائے اسٹیٹ کے اور حصول اقتدار کی طرف مڑ جانا ہی موجودہ پریشانیوں کا بنیادی و اصل سبب ہے۔ مثلاً امریکہ میں مسلمان تیزی سے اپنے قدم جما رہے تھے اور عددی اعتبار سے دوسری بڑی کیونٹی بن چکے تھے، مسلم معاشرہ خاموشی سے اپنا کام کرتا تھا کہ کنٹریشن کے پہلے ایکشن کے موقع پر مسلمانوں نے اپنی سیاسی طاقت کا مظاہرہ کر دیا، جس پر صیہونی طاقتوں کے کان کھڑے ہو گئے جن کا عرصہ سے امریکہ و مغرب پر ہمہ جہتی اقتدار قائم ہے کہ مسلمانوں کی یہ جرات کہ ہماری حدود میں داخل دیں یہاں یہ طے کرنا کہ اقتدار پر کون فائز ہو، صرف ہمارا حق ہے۔ اور اس کے بعد نائن الیون (۱۱-۹) کا ڈرامہ رچایا گیا اور امریکہ میں مسلمانوں کا وہ حشر کیا کہ جان کے لالے پڑ گئے۔

مسلم معاشرے کی اندرونی روح و توانائی کے خاتمے کا سب سے بڑا سبب تو خود اہل دین کا عقائد و فقہی مسالک کے جھگڑوں میں مشغول ہو کر انسانیت کے تئیں اپنے فریضے سے غافل ہو جانا ہے۔ صدیوں سے مذہبی طبقے کا دائرہ کار عقائد و عبادات اور نیک بننے کو مشق رہ گیا ہے۔ ان کے پاس انسانیت کی بہبودی کیلئے سوچنے کی فرصت نہیں رہی، دوسرا سبب مغربی اقوام کے ہاں اسلام کی تعلیم

افکار و نظریات اور تمدن و کلچر کے ذریعے ایک ایسی نسل پیدا کر دی جن کی نشوونما خواہشات، خود غرضی، نفس پرستی اور حیوانیت کی خصائص پر ہوگی۔ برصغیر میں برٹش امپائر پنجاب کی فوج پولیس اور انٹیلی جنس کے بل بوتے پر قائم رہے۔ اس نے ایک طبقے کو ملک و ملت سے غداری کے عوض زمینیں و جاگیرداریاں دیکر عوام پر تسلط، غلبہ بخشا، جب برطانیہ نے محسوس کیا کہ اس کی پروردہ نسل اس کے منشاء کے مطابق اس خطے کو سنبھال سکتی ہے تو سیاسی اقتدار اس ٹولے کے حوالے کر کے واپس آ گیا۔ پاکستان بننے کے بعد یہ طبقہ گزشتہ ۵۸ سال سے بلا شرکت غیرے ملک کا مالک و مختار بنا ہوا ہے۔ فوجی حکومت ہو یا جمہوری حکومت، اصل اقتدار اپنی مراعات یافتہ غدار خاندانوں کا رہا جو ہر دور میں ملک کے وسائل کو اپنی ذاتی جاگیر جان کر لوٹ کھسوٹ کرتے رہے۔ بینکوں کے کروڑوں روپے ہڑپ کر کے معاف کر داتے رہے، قیمتی زمینیں کوڑیوں کے دام اپنے نام الاٹ کر داتے رہے۔ پاکستان کے حالیہ زلزلے میں بیرون ممالک کی امداد کا بڑا حصہ ہڑپ کر چکے ہیں۔ زلزلے سے متاثر لاکھوں عورتیں بچے بوڑھے برفباری و بارشوں کی مصیبت جھیل رہے ہیں۔ اور یہ بسنت کا جشن منا کر درجنوں معصوم بچوں کی گردنیں پتنگ کی ڈور سے کاٹ رہا ہے، اور فائو سٹار ہوٹلوں میں شراب و شباب، رنگ و موسیقی میں لگن ہے۔ یہ اسلام اور قرآن کو اپنے لئے پیغام موت سمجھتا ہے۔ مغرب نے تقریباً ہر ملک میں ایسا طبقہ پیدا کر کے اقتدار و اختیارات اور ملک کی باگ ڈور اٹکے ہاتھ سوئپ رکھی ہے۔ جو امریکہ و برطانیہ کے گورنر یا وائسرائے بن کر ان کے چشم ابرو کے اشارے پر کام کر رہا ہے۔ غرض مسلم معاشرے کی تباہی کا اصل و بنیادی سبب معاشرے کی روح کا نکل جانا ہے۔ اور قرآن نے انسانی کی بہبودی کے لئے جوا سپرٹ پیدا کی تھی اس سے محروم ہو جانا ہے، یہی مسلم مفکرین کے لئے وقت کا سب سے بڑا چیلنج ہے کہ اس جاں بلب معاشرے کی روح و توانائی کس طرح لوٹے نہ کہ اقتدار اور حکومت کے گلیاروں تک علماء و مفکرین کی رسائی، اول تو مغرب کی پروردہ نسل کبھی خدا اور رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والوں کو اقتدار تک پہنچنے نہ دے گی۔ یہ حقیقت دن بدن واضح ہوتی جا رہی ہے کہ مغرب مسلم ممالک میں جمہوریت کے نام پر عراق اور افغانستان کی طرح اپنے فرمانبردار اہلکاروں کی حکومت کا خواہاں ہے، بالفرض و محال دینی جماعتیں اگر کسی مسلم ملک میں الیکشن کے ذریعے اوپر کبھی گئیں تو عالمی طاقتوں نے جو گزشتہ کئی صدیوں سے صہیونی شیطانوں کی غلام و آلہ کار بن چکی ہیں انہیں بے بس و بے اثر کرنے کیلئے دوسرا انتظام کر رکھا ہے، وہ یہ کہ دوسری جنگ عظیم کے فاتحین امریکہ و برطانیہ وغیرہ نے اپنی فتح کو دائمی بنانے اور پوری انسانیت پر نافذ و مسلط کرنے کے لئے اقوام متحدہ کو وجود بخشا۔ اور یو این او کے ذریعے دنیائے انسانیت پر اپنا اقتدار مستحکم کر لیا۔ دنیا کے سارے ممالک بشمول مسلم ممالک کے یو این او کے آئین و چارٹر پر دستخط کر چکے ہیں۔ کہ وہ اپنے اپنے ملکوں میں یو این او کا تیار کردہ آئین نافذ کریں گے۔ اور اپنے ملکی قومی آئین و قوانین کو بدل کر اس کے مطابق بنائیں گے۔

یو این او کا یہ دستور اور چارٹر مغربی طاقتوں کے مفادات، خواہشات اور تمدن کے مطابق اور آسمانی تعلیمات کے متوازی بلکہ برعکس ہے۔ www.rasailojaraid.com غیر مسلم سے شادی کرنے سے نہیں

روک سکتے۔ ایک دفعہ یہ ہے کہ کسی مجرم کو ایسی سزا نہیں دی جائے گی جس میں اس کی تذلیل ہو یا اسے اذیت ہو یعنی قرآن کے حدود و قصاص کے تمام قوانین یک لخت ختم۔ ایک دفعہ یہ ہے کہ مرد و عورت ہر اعتبار سے مساوی ہوں گے اس سے قرآن کے تمام معاشرتی، عائلی قوانین ختم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً طلاق دینے کا حق جس طرح مرد کو ہے عورت کو بھی دینا ہوگا وغیرہ۔ اس طرح قرآن کے وراثت کے تمام قوانین منسوخ۔ لڑکے کے دو حصے لڑکی کا ایک حصہ نہیں بلکہ مساوی حق ہوگا۔ چند سال پہلے مصری عدالت نے دو لڑکوں کو جنسی تعلق قائم کرنے کی وجہ سے سزا دی تھی اس پر حسی مبارک کو یہ کہہ کر مغرب سے معافی مانگنا پڑی تھی کہ ابھی معاشرے میں قرآن کا کچھ (فرسودہ) اثر باقی ہے اسلئے یہ غلطی ہوئی۔ ورنہ یہ ان ملازمین کا بنیادی حق ہے۔ یو این او کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ طے کرے کہ کس ملک کو کتنی فوج رکھنی ہے اور کون سے اسلحہ بنانے ہیں اور کس ملک کو عالمی میکانا لوجی نیوکلیئر تعلیم حاصل کرنے کا حق ہے۔ اور ہر ملک میں چیزوں کے دام بھی یہی مقرر کرے گی۔ یو۔ این۔ او پہلے ہی طے کر چکی ہے کہ دنیا میں نیوکلیئر پاور بننے کا حق صرف پانچ بڑی طاقتوں ہی کا ہے۔ تاکہ مغرب کی دہشت پوری دنیا پر طاری رہے۔ یہی نہیں کہ دنیا کے ہر ملک کا آئین و دستور و قوانین و مضابطہ اور انسانی حقوق کی تعریف بھی یو۔ این۔ او ہی طے کرے گی۔ غرض پوری دنیا پر اقوام متحدہ کے نام سے مغرب کا عالمی اقتدار قائم ہو چکا ہے۔ اور یو این او کا یہ حق بھی دنیا کے تمام ملک تسلیم کر چکے ہیں کہ اس کے آئین و قوانین اور قراردادوں کی خلاف ورزی کرنے والی حکومتوں پر یو این او کو فوج کشی کر کے ان حکومتوں کو ختم کرنے کا حق ہے جیسا کہ افغانستان میں ہو چکا ہے۔ موجودہ حالات میں اقوام متحدہ کے قوانین و چارٹر کی خلاف ورزی کرنے کی جرأت چین اور بھارت جیسے عظیم ملک بھی اپنے میں نہیں پاتے تو مسلم ممالک کس شمار میں ہیں۔ یہ ہیں آج کی دنیا کے زمینی حقائق اب انکو سامنے رکھ کر بتائیے اگر دینی جماعتیں کسی خطے یا ملک میں انتخابات کے ذریعے اقتدار تک پہنچ بھی گئیں تو وہ کیا کچھ کر پائیں گی؟ اور کس طرح اسلام کا نفاذ کریں گی؟ موجودہ حالات میں ہمارے پاس واحد آپشن (راستہ) یہی رہ جاتا ہے کہ قرآن و اسلام نے پوری انسانیت کی بہبودی کا جو پیغام اور پروگرام دیا ہے اس سے دنیائے انسانیت کو روشناس کرائیں اور خود عملی نمونہ بن کر جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے دعوت کا امپائر قائم کر کے تمام انسانیت کو انکی دنیا پر آخرت کی سرخروئی و سرفرازی کی یقینی راہ کی طرف بلائیں نہ کہ اقتدار و انیٹیٹ کے حصول کی دوڑ میں شامل ہو کر اقوام عالم کے حریف بن جائیں۔ قرآن اور ہماری پوری تاریخ شاہد عدل ہے کہ جب کبھی معاشرہ و افراد پر ایمان و اسلام کا رنگ چڑھا تو خود بخود اسلامی انیٹیٹ قائم ہوگی۔ پوری تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ انیٹیٹ کے ذریعے معاشرہ و افراد میں ایمان و اسلام قائم ہوا ہو۔ غرض وقت کا سب سے بڑا چیلنج اور بنیادی سوال ہے انیٹیٹ یا سوسائٹی؟ ہر مسلمان خاص طور پر مسلم مفکرین و زعماء اور قرآن و سنت کا علم رکھنے والوں کیلئے یہ سوال وقت کی سب سے بڑی آزمائش اور ان کے فہم و بصیرت کا امتحان ہے۔